میں نے ان حقیقت پسندانہ تحریروں سے سیکھا..

ابو حیان سعید

یوسف سیجا کا حقیقت پسندانہ نقطہ نظر ..

چار تحریریں۔

1..

قرآن جب کوئی اصول،کلیہ، نظریہ، آئیڈیا جو کہ بسیط **abstract** ہوتا ہے پیش کرتا ہے تو اسے محسوس شکل **concrete** میں لانے کی مثالیں بھی دیتا ہے تاکہ ایک غیرمحسوس چیز محسوس شکل میں آ جائے،قرآن کریم محسوس مثالوں سے محسوس انداز میں اس کی خوب خوب وضاحت کرتا ہے کیونکہ قرآن کسی بھی نظریئے کو یا کلیہ کو تصوراتی یا **ideal** نہیں رہنے دیتا،اسلئے کہ کوئی شخص خود فریبی میں مبتلا نہ ہو جائے دنیا میں خود فریبی کی بھی گمراہیاں موجود ہیں اور فریب کاروں کی پھیلائی ہوئی گمراہیاں بھی موجود ہیں اگر محسوس انداز میں مثالوں کے ذریعہ قرآن میں وضاحت موجود نہ ہوتی تو ہو سکتا ہے اس کلیہ یا اصول کا اتباع محض ایک دھوکہ ثابت ہوتا،قرآن نے ایسا کرکے انسان کو غلط طریقے پر چلنے سے بچا لیا ہے قرآن صداقت کو بیان کرتا ہے قرآن حقیقت کو بیان کرتا ہے قرآن اس صداقت اور حقیقت کو غیر محسوس نہیں رہنے دیتا وہ بار بار مثالیں پیش کرکے اسے محسوس شکل میں لے کر آ جاتا ہے تاکہ اس کے پرکھنے میں کسی قسم کا شک اور شبہ نہ رہے انسان کو یہ یقین حاصل ہو جائے کہ جس چیز کی ہم آرزو کر رہے ہیں یہ وہی چیز ہے اس میں کہیں التباس نہیں ہے اس میں شک و شبہ نہیں ہے ابہام دھوکہ فریب نہیں ہے قرآن جب بھی اپنے کلیہ کو صداقت کو آگے چل کر محسوس شکل میں ماضی کے تاریخی شواہد کے ذریعے پیش کرتا ہے تو زمانہ ماضی میں یہ کہہ کر کرتا ہے یہ چیزیں ہو چکی ہیں وہ لوگ گزر چکے ہیں اب تاریخ اس قسم کی شہادت دے گی کہ وہ لوگ کون تھے .....

2....

نوجوانوں کو اگر کسی سے مخالفت دشمنی نفرت کا **ATM**کارڈ دے دیا جائے اور یہ کارڈ عندالطلب معیار پر پورا بھی اترتا ہو،یعنی اس پر اس نوجوان کی بے انتہا حوصلہ افزائی کی جاتی ہو، تو یہ

بہت بڑی بات ہوتی ہے کہ اس کو یہ بتا دیا جاتا ہے یقین دلادیا جاتا ہے کہ بس حقیقت یہی ہے اور آپ بالکل صحیح راستے پر چل رہے ہیں اور منزل سے ہر روز قریب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں اور آپ کے ساتھ جم غفیر ہے آپ تسخیر نہیں کیئے جا سکتے ہیں آپ کی آواز دنیا کے کونے کونے تک پہنچ رہی ہے،دنیا آپ کے سحر میں مبتلا ہے بس اگلے ہی لمحے آپ ہاتھ بڑھائیں گے اور منزل آپ کی مٹھی میں ہوگی،دنیا کی سب سے بڑی **fantasy** یہی ہوتی ہے،یہ جو فلسفہ جنت کا بیان کیا جاتا ہے نوجوانوں کو دی گئی اس **fantasy** کے مقابلے میں جنت کا بیان کچھ نہیں ہے اس جنت میں ایسا کچھ ہے ہی نہیں جو کچھ نوجوانوں کو دی گئی اس **fantasy** میں ہوتا ہے، آپ کبھی یہ دیکھ کر حیران ہوتے ہوں گے کہ اتنا پڑھا لکھا نوجوان کامیاب وکیل ہے کئی ڈگریاں ہیں کیا اسے بھی سیاسی پارٹی کے قائد کی طرف سے دی گئی اس فینٹسی کی ضرورت ہوتی ہے؟کون سی جنت کی نعما ء ہیں جو اس نوجوان وکیل کے اپنے گھر میں نہیں ہیں، بات دراصل یہ ہے کہ اس نوجوان کو یہ سب کچھ حاصل کرنے کے لئے صبح سے رات تک محنت کرنی پڑتی ہے،اسے ہر ایک سے بنا کر رکھنی پڑتی ہے،ہر روز قانون کی پابندی وپاسداری کے لئیے خود کو تیار رکھنا پڑتا ہے خون جب پسینہ بن کے ٹپکتا ہے تب جا کر یہ سب کچھ حاصل ہوتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا سفر اور اس کی منزل اسکا اپنا گھر کورٹ اور آفس ہوتا ہے،وہ اپنے لوگوں میں مشہور ضرور ہوتا ہے لیکن عام لوگوں میں اس کی پہچان نہیں ہوتی،لیکن یہی نوجوان ایک جلسے کی قیادت کر رہا ہو،پولیس والوں کو للکار رہا ہو،پولیس والے اس کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہوں میڈیا والے آگے اور پیچھے اس کی تصویریں لے رہے ہوں،صحافی اس کی تعریف میں آسمان کی قلابیں ملا رہے ہوں،پیچھے بیٹھے ہوئے پروڈیوسر اور ہدایت کار نے سلطان راہی کو اور مصطفی قریشی کو سارے لوازمات کے ساتھ میدان میں اتارا ہوا ہو، یعنی گنڈاسا سمیت اسٹیج مکمل طور پر مہیا کردیا گیا ہو،تو پھر سلطان راہی کی للکار میں گرج،اور چمک آجاتی ہے پھر بجلیاں کڑکتی ہیں اور برق گرتی ہیں، کیا آپ اس **fantasy** کا تصور کر سکتے ہیں؟

3..

نوع انسانی پرایک دن عنقریب ایسا آنے والا ہے جب قرآن مجید کی کتاب اپنی تمام تر سچّائیوں سمیت نوع انسان پر اپنی حقیقتوں کے ساتھ آشکار ہو جائے گی یہ کتاب نوع انسان کی واحد ضرورت بن جائے گی،قرآن مجید کی اخلاقی تعلیمات کے سامنے دنیا بھر کی تمام اخلاقی تعلیمات ماند پڑ جائیں گی،پڑھنے کے قابل صرف ایک کتاب رہ جائے گی اور وہ قرآن مجید ہے، آج کا دور جھوٹ کا دور ہے،آج کا دور مصنوعات کا دور ہے،آج کے دور کی ساری سچائیاں اور سارے اخلاق مصنوعی ہیں،سچائیاں بھی مصنوعات کی طرح فیکٹریوں میں تیار ہوتی ہیں،آپ اپنی مرضی اور پسند کی سچائیاں مصنوعات کی طرح حاصل کر سکتے ہیں مصنوعی سچائیوں کی اتنی بھرمار ہے ،کہ قوموں کے پاس تیل کے کنوؤں سے زیادہ اس کے ذخائر موجود ہیں
خوبصورتی سے لے کر طاقت،جوانی،علم، عہدہ،سب کچھ صرف آپ کے ایک ،،ٹچ،،سے دوری کے فاصلے پر ہیں ایمانداری ہو یا خلوص،باپ کی شفقت ہو یا ماں کی مامتا،اخوت کے ذریعے دلوں کا مل جانا اور بھائی بھائی بن جانا ہو،صفائی ستھرائی ہو یا پیسے والا بن جانا ہو،دنیا کی بہترین حکمت سے بھرپور کہانی ہو،یعنی دنیا کی کوئی بھی حسین ترین چیز یا رشتہ ہو جس کا آپ تصور

کر سکتے ہیں مصنوعات کی شکل میں آپ کو بازار سے سب کچھ مل جائے گا، جس طرح کا آپ پھل کھانا چاہیں جس طرح کے پھول کی خوشبو آپ سونگھنا چاہیں جس طرح کا کھانا آپ کھانا چاہیں آج کل یہ سب کچھ فیکٹریوں میں تیار ہوتا ہے سب کی حیثیت مصنوعی ہے مصنوعات کی قطار میں شیلف میں رکھی ہوئی ہیں اور آپ کا انتظار کر رہی ہیں،یہ وہ تمام مصنوعات ہیں جنہیں آپ موسم کے بدلنے کے ساتھ ہی بدل لیا کرتے ہیں سردیوں کے جاتے ہی لحاف یا تو بند کر کے رکھ دیتے ہیں یا اسے ضائع کر دیتے ہیں،گرمیوں کے آتے ہی ایسی مصنوعات کا استعمال شروع کر دیتے ہیں جو آپ کو ٹھنڈ پہنچائے،یہ ایسے ہی ہے جیسے آپ تھک جانے کے بعد کام کاج سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور دراز ہو کر لیٹ جاتے ہیں یا کہیں سیر و تفریح کے لئے نکل جاتے ہیں،ان مصنوعات کی دنیا میں مشرق سے مغرب کی طرف بھاگ کر جانے والوں کے سامنے سوائے مصنوعات کے ڈھیر کے اور کچھ نہیں ہوتا،آج کا انسان مصنوعات کے ڈھیر میں دفن ہو چکا ہے آنکھوں والے کی تو مجبوری ہے اس کی آنکھوں کے سامنے سوائے مصنوعات کے کچھ نہیں ہوتا لیکن مصنوعات کے پہاڑوں کے درمیان نابینا انسان بھی محفوظ نہیں ہے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم انسان کا کیا بگاڑ سکتے ہیں جتنا کچھ مصنوعات کی مصنوعی دنیا نے انسان کا بگاڑ دیا ہے،اگر مصنوعات کی اس مصنوعی دنیا سے آپ کی روح چھلنی ہو چکی ہے،اور آپ غیر محسوس وینٹی لیٹر پر مصنوعی سانس لے رہے ہیں،اور اس سے آپ نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں،تھوڑے وقت کے لیئے کسی حقیقی دنیا کا سفر کرنا چاہتے ہیں سچائیوں کو محسوس کرنا چاہتے ہیں،تو میرا مشورہ ہے قرآن پڑھا کریں،قرآن پر غور و فکر اور تدبر کیا کریں،کبھی اس سے لپٹ لپٹ کر رویا کریں،بہت زیادہ محبت کیا کریں، یقین جانیئے آج کی ترقی یافتہ دنیا میں حق اگر کہیں سےآپکو مل سکتا ہے تو یہی ایک کتاب ہے جسے قرآن مجید کہتے ہیں .مصنوعات کی دنیا میں غیر مصنوعی تعلیم صرف اس کتاب کے اندر ہے

4..

نبی کا کس طرح انتخاب ہوتا ہے،اس کا تعلق عالم امر سے ہے،اس لیئے ہم اس موضوع سے آگے نکلتے ہیں،اس کے ساتھ ساتھ ہمارا یہ بھی موضوع نہیں ہے کہ وحی کی ماہئیت اس کی حقیقت کیا ہوتی ہے،ہم صرف اس مضمون تک رہیں گے کہ نبی کے کام کا مقام کیاہوتا ہے؟مقام محمدی جسے قرآن نے فاستوی سے تعبیر کیا ہے یعنی صفات خداوندی کا علی حد بشریت پورے کے پورے اعتدال کے ساتھ کسی ایک مقام یا ذات میں جمع ہو جانا، مقام محمدی کہلاتا ہے، (1)نبی کا علم اپنی وسعتوں اور بلندیوں میں انتہا تک پہنچا ہوا ہوتا ہے(2) نبی کے علم کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ کائنات کے عملی حقائق سے بہت قریب ہوتا ہے،یعنی ان کائناتی حقائق میں اور اس کی زندگی میں قطعاً بعد نہیں ہوتا وہ ضمیر کائنات کے عمق تک جا پہنچتا ہے قرآن کہتا ہے کہ نبی کی depthsقطعاً بعد نہیں ہوتا وہ ضمیر کائنات کے عمق ذات میں علم کی بلندیاں،حقائق کی وسعتیں،اور تخلیقی جذبات کی گہرائیاں،اپنے انتہائی اعتدال کے ساتھ یکجایعنی جمع ہو جاتی ہیں یوں ان خصوصیات کی بناءپر سینہء نبی وحی کے علم کا مہبط بنتا ہے دونوں چیزوں کا نبی کے علاوہ کسی فرد بشر کے اندر یکجا ہوجانا ممکن ہے،لیکن مہبط وحی

کے مقام تک پہنچنا ناممکن ہے، علم کی بلندیاں،حقائق کی وسعتیں،اور تخلیقی جذبات کی گہرائیاں،یہ تمام کیفیات مومنین میں بھی پیدا ہو جاتی ہیں،لیکن اس سےوہ وحی کا حامل نہیں بن جاتا،نبی، بنی نوع انسان کو انسانیت کے قالب میں ڈھال دیتا ہے وہ وحی کے پیغام کی روح کو دنیا کے اندر پھونک کر اسے ایک نئی ثقافت دیتا ہے نبی اور رسول عالم انسانیت میں خدا کے پروگرام کی تکمیل کا ذریعہ بنتے ہیں وہ خارجی کائنات کی طرح زمین پر خدا کی حکومت کو غیر ہموار کرنے والےفسادی عناصر سے پاک کر کے خدا کی حکومت کو امن کیساتھ قائم کرتے ہیں نبی اور مومنین کی جماعت خدا کے انصار اور رفیق بن جاتے ہیں اسی لئے خدا اپنے نبی و رسول اور جماعت مومنین کے کاموں کو اور ان کے اعمال کو اپنی جانب منسوب کرتا ہے جو شخص عقل کی رو سے مقام نبوت و رسالت کو اپنے حیطہ ادراک میں لانے کی سعی کرتا ہےوہ لا حاصل کا مطلوب ہوتا ہے وحی کے پیغامات کو عملی نظام کی شکل میں عقل و بصیرت کی رو سے متشکل کیا جائے تو،، جنت،، آغوش کا مقدر بن سکتی ہے53:15 عقل انسانی اور نگاہ نبوی میں عظیم فرق ہوتا ہے کیونکہ نگہہ نبوی حدود فراموش ہوتی ہے لیکن نبوت کی آنکھ وحی کی عطا کردہ حدود یعنی ساحلوں سے آگے نہیں بڑھ سکتی وہ ان ساحلوں کے اندر رہتی ہے جو ساحل علم خداوندی نے مقرر کر رکھے ہیں 53:17 ،، نبی وحی کو دوسرے انسان تک پہنچاتا ہے، نبی کا کام یہ ہے کہ وہ اخلاق کو واضح اور صاف ستھرے انداز میں دوسرے انسان تک پہنچائے،اخلاق کیا ہے ؟اورکون سی چیز اخلاق کے زمرے میں آتی ہے کسی عمل کو اخلاق کادرجہ دینا چاہیئے یہ نبی کا اپنا فیصلہ نہیں ہوتا،نبی کا کام اخلاق کا قیام ہوتا ہے،کہ وہ عدل کی میزان کے دونوں پلڑوں کو برابر یعنی مساوی کرکے اخلاق پر مبنی نظام قائم کر دے اس کے لئے وہ ایک جماعت تیار کرتا ہےجسے مومنین کی جماعت کہتے ہیں،ایک پلڑے میں جماعتِ مومنین ہوتی ہے اور دوسرے پلڑے میں اس کے اخلاق ہوتے ہیں،ان دونوں کے درمیان میں عدل کا میزان ہوتا ہے،اسی عدل کو قائم کرنے کے لئے وہ آتا ہے،اس سے بحث نہیں ہونی چاہئے کہ اس نے اونٹ پر بیٹھ کر یہ کام کیا ہے اور آج کا انسان جہاز پر بیٹھ کر یہ کام کیسے کرتاہے،اس تمہید کے بعد اب ہم آتے ہیں آخرت بمقابلہ حیات الدنیا: اس کی عملی عکسبندی مومنین کی زندگی کے ذریعے سے آپ ص نے پیش کی تھی سب سے پہلے یہ ایمان رکھنا ہوگا کہ رسول نے نہ صرف یہ کہ وحی خداوندی کو دوسرے انسانوں تک پہنچایا تھا بلکہ جیسا قرآن نے کہا تھا ویسا ویسا کر کے بھی دکھادیا تھا یہ ہماری غلط نگہی ہے کہ ہم قرآن کو کسوٹی بنا نے کی بجا ئے روایات کو کسوٹی بناتے ہیں آپ ص کی زندگی اور صحابہ کی زندگی کو روایات کی عینک پہن کر دیکھتے ہیں اگر روایات یہ کہہ دیں کہ آپ ص نے اور آپ کے صحابہ نے ایسا کیا تھا اور ایسا کہا تھاتو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ درست ہے اور اگر قرآن یہ کہہ دے کہ لقا ء آخرت سے انکار کرنے والے عذاب میں ماخوذ ہوں گے30:16 تو اسے ہم آخرت پر اٹھا رکھتے ہیں کبھی یہ نہیں سوچتے کہ آپ ص نے انہیں عذاب میں ماخوذ کر دیا تھا ہم اس آیت

سے یہ کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں یہ تو قرآن حکیم نے ایک اسٹینڈرڈ بیان کیا ہےیہ تصور ہمارے یہاں ایک مستحکم موقف کی شکل اختیار کر گیا ہے حالانکہ قرآن مجید کی دیگر آیات اس کا ثبوت پیش کرتی ہیں کہ واقعی ایسا ہی ہوا تھا یا کم ازکم ان آیات سےیہ مترشح ضرورہوتاہے،

آداب معاشرت پر مشتمل معاشرہ کس طرح آپ ص نے قائم کیا تھا اس حقیقت کا قرآن صاف طور پر انکشاف کرتا ہے ہم اس پر بضد ہیں کہ یہ صرف قرآن کا حکم ہے اور اسے جس طرح سے آپ نے عملی شکل پہنائی تھی وہ روایات میں موجود ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسا آج تک ان مجموعہ احادیث اور جسے ہم سنت کہتے ہیں اس سے بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ واقعی ایسا ہوا تھا حدیث و سنت سے جو کچھ آداب معاشرت سے متعلق ثابت ہے وہ قرآن مجید کے اندر موجود تعلیمات کے مقابلے میں عدل پر مبنی نہیں ہے، قرآن تو دعویٰ کرتا ہے کہ آپ خلق عظیم کے مقام پر فائز ہیں آداب معاشرت کے تمام احکام جس طرح قرآن میں ہیں وہی شکل آپ ص اور آپ کے اصحاب کی تھی لیکن ہم حدیث اور سنت میں دیکھنے کے عادی ہیں کہ کیا واقعی ایسا ہوا تھا یا نہیں ہوا تھا،جب یہ سوال کیا جاتا ہے کہ رسول کا مقام اور کردار دین میں کیا ہے؟تو ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ کے نبی اور رسول صرف محمد رسول اللہ ہی تھے اس طرح تو پھر تمام انبیاء و رسول کا دین میں مقام و کردار احادیث و روایات و سنت سے پیش کرنا پڑے گا کیونکہ قرآن میں تو یہ صلاحیت ہے کہ وہ دین کے اندر تمام انبیاء کےمقام کو متعین کرتا ہے لہذا انبیاء سابقہ اور رسول کے مقام کو قرآن سے ثابت کیئے بغیر آپ کے پاس کوئی اور چارہ کار نہیں ہے جب محمد رسول اللہ کے مقام اور کردار کو ثابت کرنے کے لئے آپ کے پاس مستند صرف قرآن مجید کی کتاب ہے پھر سنت اور حدیث کی طرف التفات سمجھ سے باہر ہے جو مومنین کی صفات قرآن میں آئی ہیں وہی صفات آپ ص کے مقام اور کردار کو دین میں ثابت کر رہی ہیں،کیونکہ آپ ص کا نبی و رسول ہونا یہ عالم امر کا فیصلہ تھا لیکن آپ نے پوری زندگی بحیثیت ایک مومن وصالح کے گزاری تھی دین کے معاملے میں حدیث اور سنت کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی بات میں شاید کوئی شک ہے مومنین کی صفات ان کے کام اور ان کی کارکردگی اور ان کا کردار بتانے میں قرآن نے کبھی کجی اختیار نہیں کی،

تشکیل امت کے سلسلے میں بہت ساری آیات پیش کی جاسکتی ہیں،کہ کیسے آپ نے امت کی تشکیل کی تھی تشکیل امت کے سلسلے میں آپ کا کردار کیا تھا،، کیا تشکیل امت کے سلسلے میں قرآن نے کچھ گوشے چھوڑ دیئے ہیں؟ جنہیں پر کرنے کے لئے حدیث اور سنت کے انکشافات سے مدد لینی پڑتی ہے،

جنگوں سے متعلق تمام اصول قرآن میں بیان کیئےگئے ہیں جنگوں میں وہی آپ کا اور آپ کے اصحاب کا کردار تھا،جو کچھ قرآن میں آتا ہے آپ اخلاق کے اسی مقام بلند پر فائز تھے

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی آپ نے جس حسن و خوبی سے ادا کی تھی اس کا اعتراف قرآن حکیم سے بہتر انداز میں کیا کوئی کتاب کر سکتی ہے؟
انسانی عظمت اور احترام کے جو معیارات آپ نے بتلائے یا قائم کیئے اس کی تصدیق قرآن سے بہتر اور کہاں سے مل سکتی ہے،اور رسول کو سب سے بلند مقام جو قرآن نے دیا ہے،وہ مقام عبد ہے کہ رسول بھی انسان ہوتے تھے رسول کے مقام بشریت کو قرآن مجید نے انتہائی تفصیل سے بیان کیا ہےلیکن سنت اور حدیث اس سے خالی ہیں
اس سے بڑھ کر آپ ص کو اور کیا مقام دیا جا سکتا تھا کہ تمام نوع انسانی کو رسالت محمدیہ پر ایمان لانے کی دعوت دی جا رہی ہے **7:158,4:170,4:175 ,21:107,9:61,45:20** رسول کے مقام کا تعین کرنا یہ قرآن کی ذمہ داری ہے،قرآن ایمان کی اس بلند ترین حقیقت کی وضاحت کو تشنہ کیسے چھوڑ سکتا ہے رسول کے مقام کا تعین نہ ہو تو نہ ایمان باقی رہتا ہے اور نہ اعمال ہی اعمال صالح کہلائے جا سکتے ہیں قرآن پر اور رسول پر ایمان ایک دوسرے کے لئے لازم ہے،جب رسول کا مقام آپ پر واضح نہیں ہے تو آپ کے ایمان کی کوئی حقیقت نہیں ہے اس حقیقت کا انکشاف ہی کافر اور مومن کے فرق کو واضح کرتا ہے اور حق صرف قرآن کے اندر ہے باقی سب باطل ہے**46:9** اس آیت میں ہے آپ ص نے فرمایا کہ میں کون سا کوئی انوکھا رسول ہوں،مجھ سے پہلے بھی تو رسول آتے ہی رہے ہیں،،یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ سارے ہی پچھلے رسولوں کے مقام کا تعین قرآن ہی نے کیا ہے ان کے مقام کے تعین کے لیئے ہمارے پاس کوئی اور ذریعہ اور وسیلہ تو نہیں تھا تو پھر یہ کیا کوئی انوکھی بات نہیں ہے کہ آپ ص کے مقام کا تعین ہم حدیث و سنت سے معلوم کرتے ہیں؟ منصب رسالت یعنی مقام رسول صرف یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام مبشرین و منذرین تھے **2:213 ,18:56،6:48,4:165** ،نبی اکرم ص کی حیثیت اور آپ ص کا مقام بھی بشیر اور نذیر ہی کا تھا آپ کی پیدائش سے پہلے ہی آپ کے مقام کا تعین کیا جا چکا تھا جب عیسی علیہ السلام نے احمد ص نام لیکر آپ سے متعلق بشارت دی تھی**61:6**،،قرآن کریم مومنوں کے لئے ہدایت ہے اور بشارت ہے **2:97،17:9،16:89,2:97**
کیا حدیث اور سنت کو ہدایت اور بشارت کا مقام دیا جاسکتا ہے؟اسلاف سے جو مواد بھی آج ہمارے پاس موجود ہے رسولوں کی بشریت پر کھلا اعتراض ہے رسولوں کی بشریت پر مبنی روایات شائد چند سو بھی نہ ہوں،جبکہ رسولوں کا بشریت کے مقام پرہونا نہ صرف یہ کہ انکا اعتراف ہی نہیں تھا بلکہ دعویٰ بھی تھا
رسول بنیادی حقوق انسانیت کا امین تھا حدیث و سنت میں موجود تعلیمات بنیادی حقوق انسانیت کے اس مقصد کو پورا نہیں کرتیں،جتنا اور جو کچھ قرآن مجید میں موجود ہے رسول اللہ نے تو خود اپنے مقام کی وضاحت کر دی تھی کہ میں خود اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتا

7:188,10:49

جہاں تک حکمت کا تعلق ہے حکمت میں تمام انسان شریک ہوتے ہیں ان آیات سے یہی مترشح ہوتا ہے**16:125,2:269**یہ صحیح ہے کہ کتاب اور حکمت دونوں منزل من اللہ ہوتے ہیں لیکن اس سے مقصد وحی خداوندی ہے کیونکہ اس میں ضمیر واحد کی استعمال ہوئی ہے **2:231**،رسول کا فریضہ تعلیم کتاب و حکمت ہے **62:2,3:163,2:151** کتاب و حکمت تو وحی خداوندی ہے جو قرآن مجید کے اندر ہے یہی وہ بنیادی نقطہ تھا جس کی وجہ سے وحی کی اقسام کا عقیدہ وضح کرنا پڑا،رسالت محمدیہ ص یہ ہے کہ آپ کی رسالت سابقہ انبیاء کی تعلیمات کو سچ کر کے دکھا دے گی **61:6,3:171,2:101** یہی بات قرآن کے لیئے آتی ہے اسے بھی کتب سابقہ کا مصدق کہا گیا ہے رسول اپنی وحی پر سب سے پہلے خود ایمان لاتا ہے (یعنی رسول خود اتباع رسول کرتا ہے، قرآن کی کتاب کو رسول کہا گیاہے) **2:285,6:14,7:203,6:154,3:30,2:143**

رسول کا مقام نگرانی کرنے کا ہے رسول نگرانی کرتا ہے رسول نگران ہوتا ہے **16:89**

باقی جہاں تک ہدایت کا تعلق ہے تو وہ قرآن مجید کے اندر ہے اور ہدایت کتاب اللہ کی اتباع **4:41** میں ملتی ہے **39:57** یہ حقیقت ہے کہ ہدایت رسولوں کے ذریعہ سے ملتی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مومنین دوسروں کو ہدایت دیتے ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ خدا نے اپنے تمام رسولوں کو ہدایت دی تھی ان ہی کے راستے پر یعنی خدا کی ہدایت پر چلنا چاہئے لیکن اس حقیقت کو کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ ہدایت صرف خدا کی طرف سے ملتی ہے

سر عبدالرحمٰن کے افکار

ازروئے قرآن ، قبر نہ جنت کی کوئی جھلک ہے اور نہ جھنم کی کوئی ریہرسل ہے۔ یہ محض ایک گڑھا ہے جہاں یوم حشر تک اندھیرا ہی اندھیرا اور سناٹا ہی سناٹا ہے ۔ نہ زندگی کی کوئی رمق اور نہ شعور کی کوئی تجلی ، نہ جسم میں کسی نام نہاد روح کی انٹری اور نہ کسی منکر نکیر کی پوچھ گچھ ، بس جسم کا ریزہ ریزہ ہوکر مٹی میں مل جانا ہے۔ رزق خاک بن جانا ہے۔ اور یوم حشر کو دوبارہ ریزے ریزے کا مل کر قبر سے اٹھ کھڑے ہونا ہے۔

الیہ مرجعکم جمیعا"۔ وعداللہ حقا"۔ انہ یبدء الخلق ، ثم یعیدہ' لیجزی الذین آمنوا و عملوالصلحت بالقسط والذین کفرو لھم شراب من حمیم وعذاب الیم بما کانوا یکفرون۔ سورہ یونس ،ایت **4**

قسط کے ساتھ جزا و سزا صرف روز قیامت ہی ہوگی ، اس سے پہلے قسط کے ساتھ ممکن ہی نہیں ۔ اس لیے، بابا ، عذاب قبر کی یہ سب کہانیاں قصہ خوانیاں ہیں ، افسانے اور کہانیاں ہیں۔

عذابِ قبر کا سارا رولا اس بنیاد پر ہے کہ جسم میں روح نام کی کوئی لطیف شے بھی ہوتی ہے جسے فنا نہیں ہے اور جو آ غاز زندگی میں جسم کے اندر انجیکٹ کردی جاتی ہے اور بوقت وفات جسم سے باہر نکال لی جاتی ہے جس کے نتیجے میں وہ بندہ مردہ ہوجاتا ہے۔ اور ساتھ ہی پھر اس کی "روح" کو فرشتے کسی ریپر ٹائپ کی چیز میں لپیٹ کر آسمانوں کی بلندیوں پر کہیں دور دراز لے جاکر روح کے اس پارسل کو جمع کروادیتے ہیں اور پھر حیرت کی بات ہے کہ دفن ہوتے ہی پھر اسے کسی میزائل کی طرح آ سمانوں سے لانچ کردیا جاتا ہے تاکہ وہ دفن شدہ باڈی کے ساتھ اٹیچ ہوکر اسے کچھ نہ کچھ لائف ، اور خوشی یا تکلیف کا سینس عطا کر سکے اور قبر میں " منکر نکیر" کے ساتھ عبد القادر جیلانی کی طرح تو تو میں میں کر سکے۔
روحانیت ، باطنیت ، تصوف ، مزارات اور ایصال ثواب کی ساری فریب کاریاں اسی تصور روح پر مبنی ہیں جبکہ قرآن میں سرے سے روح کا کوئی ایسا تصور ہی نہیں ہے۔ قرآن زندہ انسانی جسم کو دیگر حیوانات کی طرح صرف فزیکل باڈی اور حیات یعنی life کے مجموعے کی combination ، سے تعبیر کرتا ہے اور جب لائف ختم ہوجاتی ہے تو وہ باڈی محض بےجان بےشعور اور گلنے سڑ نے والے باڈی چیز رہ جاتا ہے، گویا کہ ایک زندہ وجود قیامت تک کے لیے وجود سے عدم وجود میں تبدیل ہو جاتا ہے ، ایسے ہی جیسے وہ ماں کے پیٹ میں وجود میں آ نے سے پہلے حالت, عدم میں تھا ، حالت موت میں تھا۔

ڈاکٹر خضر یاسین

پہلی صدی ہجری کے متعلق جو کچھ ہم جانتے ہیں، وہ مخصوص ٹنل ویژن particular tunnel vision سے حاصل شدہ معلومات ھیں۔ پہلی ہجری کے آخر تک مسلم معاشرت تین فرقوں میں بٹ چکی تھی۔ سنی، شیعہ اور خارجی وہ تین ٹنلز یا نفقات - سرنگیں ہیں، جس کے ایک سرے پر کھڑے ہو کر دوسرے سرے کا محدد منظر bounded vision تو بالکل واضح ھوتا ھے۔ لیکن اس کے آس پاس منظر اس طرح اوجھل ھوتا ھے کہ جیسے وہ موجود ہی نہ ھو۔ تقریبا ایک ہزار سال تک مسلم معاشرت ان تین نفقات یا سرنگوں سے ماضی اور حال کو پرسکون انداز سے دیکھتی اور سمجھتی رہی ھے۔ مسلم معاشرت کی پوری "دینی مذہبیات" انہیں تین نفقات tunnels میں مقید ھے۔ دینی مذہبیات کے معاون علوم و فنون بھی انہیں نفقات میں رہتے ھوئے فروغ پاتے رھے ہیں اور آج ہمارے سامنے وہ دینی علوم کا روپ دھارے کھڑے ہیں۔ چونکہ مسلم معاشرت ایک ہزار سال تک انتہائی اطمینان اور تسلی و تشفی کے ساتھ ان نفقات میں پناہ گزیں رہی ھے اور تمدنی مسائل حل کرتی آئی ھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ھے کہ جیسے

جیسے وقت گزرتا گیا اس کے ساتھ ساتھ "دینی مذہبیات" کی فرقہ وارانہ پیداوار بھی دین متصور ہوتی گئی ہے۔ اہل سنت ہوں، اہل تشیع ہوں یا خوارج تینوں "دینی مذہبیات" کی مختلف شکلیں ہیں جو اب خود دین یا رسالات اللہ کا نیا روپ یا نئی تشکیل بن کر مسلم معاشرت میں رائج ہو چکی ہیں۔ دین پر قناعت کے بجائے دین سے انحراف، دین اور دینی حجت بن جائے تو "دینی مذہبیات" کا دور شروع ہو جاتا ہے۔
بہرحال ایک ہزار سال بعد مسلم معاشرت جب تاریخی انقلاب سے دو چار ہوئی تو "دینی مذہبیات" کے ماہرین کے سامنے ایک نئی مشکل کھڑی ہو گئی۔ یہ ایسی مشکل تھی جس کا سامنا ہم نے پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔ ہوا یوں کہ اقتدار ہاتھ سے نکل گیا۔ نئی مقتدرہ اقوام نے تہذیب اور تہذیبی مطالعات کے لئے نئی طرح ڈالی اور اورینٹلزم نے مسلم تاریخ کا مطالعہ نفقات میں بیٹھ کر نہیں کیا۔ اس نے تینوں نفقات سے معلومات اکٹھی کی اور مسلمانوں کی ماضی کا ایک نیا کینوس بنایا اور ان تینوں نفقات کا حاصل مطالعہ اس طرح سے منضبط کیا کہ پہلی صدی ہجری کا تاریخی منظر نامہ ایسا بن گیا کہ مسلم معاشرت مہذب معاشرے کے بجائے قصاب خانہ معلوم ہونے لگی۔
اس صورت حال کو دیکھ کر مسلم معاشرت کا علمی اشرافیہ intellectual elites اس طرح سے بدحواسی کا شکار ہوا کہ یوں لگا جیسے ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لی گئی ہے اور سر کے اوپر سے آسمان اتار لیا گیا ہے۔ اب ان کے پاس صرف دو راستے بچ گئے تھے۔ ایک یہ کہ وہ اپنی آنکھیں اور کان لپیٹ کر دوبارہ اپنی اپنی سرنگوں میں جا کر بیٹھ جائیں۔ دوسرا راستہ یہ تھا کہ اورینٹلزم کے نتائج کو قبول کر لیں۔ اور یہ مان لیں کہ اسلام اپنی تعلیمات سمیت روئے زمین پر واقعہ کبھی نہیں بنا تھا۔ چنانچہ آپ کو یہ دونوں گروہ آج مختلف شکلوں میں فعال نظر آئیں گے۔ اس چوراہے نے مسلم معاشرت کو عقلی و فکری بحران میں مبتلا کر دیا ہے۔ اب نہ پائے رفتن ہے اور نہ جائے ماندن ہے۔ جدیدیت کا کوئی شکار ہوا ہے تو وہ اس حد تک چلا گیا کہ رسالات اللہ کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے زیادہ بہتر سمجھنے کا دعویدار بن بیٹھا ہے اور جس نے قدامت کی راہ اختیار کی ہے تو وہ اپنی ٹنل میں پناہ گزیں ہو گیا ہے۔
مسلمانوں کے علمی اشرافیہ کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ "اہل سنت" دینی مذہبیات کا مظہر ہے، یہ نہ دین ہے اور نہ دینی حجت ہے۔ یہی بات تشیع اور اباضیت کے متعلق بھی پورے اطمینان کے ساتھ کی جا سکتی ہے۔ ہم مسلمانوں کا تاریخی ادراک یہ نہیں ہے جو ان تین نفقات میں سے کسی ایک نفق یا سرنگ سے حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی نفقی منظر نامے کا مجموعہ ہے۔ بلکہ تاریخ کو ہم رسالات اللہ کی نظر سے دیکھیں۔ جس میں اس امر کی ضمانت پائی جاتی ہے کہ رسالات اللہ کی تصدیق و تکذیب کے نتیجے میں حق و باطل کا ظہور ہوتا ہے۔ حق غالب آ جاتا ہے اور باطل مغلوب ہو کر رہتا ہے۔

ہماری بدقسمتی یہ ھے کہ ہم آج بھی پہلی صدی ہجری کے متعلق جو کچھ جانتے ہیں وہ مخصوص ٹنل ویژن ھے اور تاریخ کا درست شعور نہیں ھے۔ علاوہ ازیں ہمارا مذہبی ادب دین کا محافظ اور دین کا نمائندہ ادب نہیں ھے بلکہ اہل سنت، اہل تشیع اور اباضیت کا محافظ و نمائندہ ادب ھے۔